

## اخبار امت

ترکی میں حکمران جماعت پر پابندی؟

حافظ محمد ادریس

اسکراف کے مسئلے کے بعد، اب ترکی سے خبر یہ ہے کہ ۱۴ مارچ کو ترکی کے چیف پراسیکیوٹر نے ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ایک فائل دستوری عدالت میں پیش کی اور پُر زور الفاظ میں عدالت سے درخواست کی کہ حکمران عدالت پارٹی سیکولر دشمنی میں تمام حدود کو پھلانگ گئی ہے، اس پر پابندی لگائی جائے۔ یہ اراکئی دستوری عدالت وہ حتمی ادارہ ہے جس کے فیصلوں پر نظر ثانی نہیں ہو سکتی۔ اسی عدالت نے ۱۹۹۸ء میں نجم الدین اربکان اور ان کی رفاہ پارٹی کے خلاف فیصلہ دیا تھا جس میں ۹ ججوں نے فیصلے کے حق میں اور ۲ نے فیصلے کے خلاف رائے دی تھی۔ کوئی بھی فیصلہ نافذ ہونے کے لیے ۶ ججوں کی حمایت ضروری ہوتی ہے۔ آج یہی نام نہاد عدالت اس نئے مقدمے کی سماعت کر رہی ہے جس میں درخواست کی گئی ہے کہ نہ صرف پارٹی پر پابندی لگائی جائے بلکہ وزیراعظم اور صدر سمیت عدالت پارٹی کے اے نمایاں سیاسی رہنماؤں پر سیاست میں حصہ لینا ممنوع قرار دے دیا جائے۔

ادھر عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہے اور ادھر فوج اس میں کھلم کھلا مداخلت کر رہی ہے۔ چیف آف اسٹاف جنرل یاسر بوکانت نے پریس میں رد عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا: ”ترکی کی سیکولر حیثیت مسلمہ ہے۔ برائی کے مراکز ترک دستور کے تقدس کو پامال کرنے میں مصروف ہیں۔“ عمومی خیال یہ ہے کہ دستوری عدالت منتخب حکومت کے خلاف فیصلہ صادر کر دے گی لیکن اب حالات نصف صدی قبل سے کافی مختلف ہیں۔ ترک پارلیمان کے اسپیکر کو کسال توپتان نے انقرہ میں ۵ جون کو ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دستوری عدالت کے لامحدود اختیارات محدود کر دیے جائیں۔ ہمیں یک ایوانی پارلیمان کی جگہ دو ایوانی مقننہ کے بارے میں بھی

سوچنا چاہیے اور غیر منتخب اداروں کو ایوان کے تابع رکھنا چاہیے۔

اسپیکر کی اس بات کی حمایت میں بہت سے غیر جانب دار ماہرین دستور اور دانش ور بھی منظر عام پر آ گئے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سنتوب ترکی کے دستوری ماہر ہیں۔ انھوں نے کہا: ”یہ اعلیٰ عدالت ملک و قوم کے لیے ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ قانون ساز ادارے کے بارے میں عدالت کا فیصلہ بالکل بے وقت ہے۔ دستوری ترامیم جب قواعد و ضوابط کے مطابق پارلیمنٹ میں منظور ہو جائیں تو ان کے اجرا کو کوئی نہیں روک سکتا۔“ واضح رہے کہ ترکی کے دستور کی دفعہ ۱۳۸ کے مطابق: ”ریاست کا کوئی ادارہ پارلیمنٹ سے برتر نہیں ہو سکتا۔“

اسکراف پر پابندی ہٹانے کے خلاف سیکولر عناصر نے عدالت سے رجوع کیا تو عدالت نے اس پارلیمانی فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یونیورسٹی کے قانون کے پروفیسر سیراب یزجی نے کہا: ”یہ فیصلہ قانونی کم اور سیاسی زیادہ ہے۔ عدالت نے اسکراف پر پابندی لگا کر پارلیمنٹ بلکہ خود دستور پر بھی اجارہ داری حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔“

یہ بحث جاری ہی تھی کہ نئے واقعات رونما ہونے شروع ہو گئے۔ یکم جولائی کو دار الحکومت انقرہ میں پولیس نے چھاپے مار کر بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے ۲۱ شدت پسند قوم پرست گرفتار کر لیے۔ ان میں دو معروف ریٹائرڈ جرنیل بھی شامل ہیں۔ ان پر الزام ہے کہ وہ خفیہ طریقے سے منتخب حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کر رہے تھے۔ وزیر اعظم طیب اردوگان نے ان لوگوں کو ارجن کون (Ergene Kon) سے متعلق قرار دیا۔ یہ تنظیم ترکی میں کافی بدنام ہے۔ اس سے پہلے بھی اس کے ارکان بم حملوں اور بڑی شخصیات کو قتل کر کے انقلاب برپا کرنے کے الزامات کے تحت گرفتار ہوتے رہے ہیں۔ ۱۶ جولائی کو ترکی ذریعہ ابلاغ کے مطابق اس تنظیم کے مزید افراد گرفتار ہوئے جس سے گرفتار شدگان کی تعداد ۵۸ تک پہنچ گئی ہے۔ عدالتوں نے ان میں سے بعض کو جن میں ایک ریٹائرڈ میجر جنرل بھی شامل ہے، ضمانت پر رہا کر دیا ہے۔ اس انتہا پسند تنظیم کی حمایت انجمن افکار اتاترک (Ataturk Thought Association) بھی کر رہی ہے جس کا صدر ایک ریٹائرڈ جنرل ایروگر (Eroger) ہے۔ وہ بھی گرفتار ہے اور ہنوز زیر حراست ہے۔

ان سطور کے شائع ہونے تک ممکن ہے کہ عدالت کا فیصلہ بھی منظر عام پر آ جائے۔ عدالت

کو فیصلہ کرنے میں جلدی بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدلیہ کے ججوں کا تقرر صدر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ دستوری عدالت کے تمام جج سابق صدر احمد نجات سبزر کے دورِ صدارت میں مقرر کیے گئے تھے۔ ان میں سے بعض کو اگلے سالوں میں ریٹائر ہونا تھا اور عمومی خیال یہ تھا کہ ان کی جگہ عبداللہ گل ایسے ججوں کو مقرر کریں گے جو کم از کم شدت پسند سیکولر نہ ہوں۔

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق اردوگان حکومت نے اسراف کا مسئلہ مصلحت میں اور قبل از وقت چھیڑ کر اپنے لیے مشکلات پیدا کر لی ہیں۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن ترکی کی جدید تاریخ بتاتی ہے کہ مخالفین کے شر سے بالواسطہ ہمیشہ خیر برآمد ہوا ہے۔ اب بھی اگر عدالت اور ارتقا پارٹی پر پابندی لگتی ہے تو نیوزویک کے مطابق اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر عدالت پابندی نہیں لگاتی تو اس سے بھی عملاً حکومت کی جیت ہوگی اور اسے بالادستی مل جائے گی۔ اس ضمن میں ڈان ۵ جولائی کا ادارتی شذرہ اور ۷ جولائی کو اسی اخبار میں: 'ترکی میں جمہوریت کا معلق مستقبل؛ جو کہ گارجین لندن کے مضمون نگار ماؤرین فریلے (Maureen Freely) کا مضمون ہے، قابل ملاحظہ ہیں۔

نیوزویک کے تازہ شمارے (۲۱ جولائی) میں ترکش ذیلی نیوز کے ڈپٹی ایڈیٹر اور مشہور تجزیہ نگار مصطفیٰ اکیول نے ترکی کے خلاف سازش کے عنوان سے جو تجزیہ کیا ہے اس میں لادین عناصر کی شدید مذمت کے ساتھ یہ راے ظاہر کی ہے کہ حکمران پارٹی اور اس کی قیادت پر پابندی کی صورت میں وقتی طور پر اگلی پارلیمنٹ پھر معلق ہوگی اور نئی حکومتوں کو جرنیل اپنے اشاروں پر نچائیں گے، تاہم طویل المیعاد تناظر میں اردوگان کی پارٹی مزید مضبوط ہوگی۔

ہماری راے میں حکمران پارٹی پر پابندی لگنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ اعلیٰ قیادت کو سیاست سے خارج بلکہ پابند سلاسل بھی کیا جاسکتا ہے۔ ترکی میں اب تک ۲۵ پارٹیوں پر پابندی لگ چکی ہے۔ ان میں زیادہ تر کرد یا کمیونسٹ تھیں۔ اس سے پہلے اسلامی پارٹی پر پانچ مرتبہ پابندیاں لگیں۔ اسلامی پارٹی واحد پارٹی ہے جس پر پابندیوں سے ہمیشہ عوامی تائید میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر پابندی لگتی ہے تو یہ فیصلہ اور اس کے بعد کا منظر سیکولر طبقات کے لیے کچھ زیادہ خوش آئند نہیں ہوگا۔ ہم ترکی کے اسلام دوست حلقوں کو یہی پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ صبر و استقامت اور حکمت کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں مع ”شر بر انگیز عدد کو خیر مادر آں باشد“۔